تعمیر شخصیت کے جذباتی اجزاء احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں

Role of Emotional components in the Development of the Personality

☆ ڈاکٹر مس نسیم سحر صمد

Abstract:

The main Focus of Islam is to promote a healthy social setup. It is evident that a healthy society is a structure and framework of individuals' peaceful interactions. If the individuals are of good character with sound personalities, the society becomes a symbol of happiness and tranquility. It is clear that individuals face different situations in daily life and the way these matters are dealt with, depict the emotional aspect of their personality. Islam neither promotes ascetism nor it advocates to become materialistic, rather it strengthens a harmony between the spiritual and material needs. The balanced emotional expressions not only furnish a positive personality but also lead the individual to real success and salvation in this life and in the life hereafter. This article is an effort to identify the dimensions of different emotions, so that the negative emotional trends at individual or social level should not disturb the balance of the community life. (Note: Main components of the development of the personality are reffered as cognitive, behavioral, and Emotional.The first two components have been discussed in Issue No.19th / 2008, whereas the Emotional components are being discussed in this Article.)

اس مقالہ میں کتب حدیث کے بارے میں فٹ نوٹ پر اختصار کے لئے رموز کا استعمال کیا گیا ہے جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

☆ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، جیل روڈ، لاہور

خ	:	الجامع الصحیح	از	امام بخاریؒ
م	:	الجامع الصحیح	از	امام مسلمؒ
ت	:	جامع ترمذی	از	امام ترمذیؒ
د	:	سنن ابوداؤد	از	امام ابوداؤدؒ
ن	:	سنن نسائی	از	امام نسائیؒ
جہ	:	سنن ابن ماجہ	از	امام ابن ماجہؒ
حم	:	مسند احمد بن حنبل	از	امام احمد بن حنبل

مجلّہ الایضاح کے ایک گذشتہ شمارہ (Issue No.19th / 2008) میں تعمیر شخصیت کے ادراکی اور کرداری اجزاء سے بحث کی گئی تھی عصری ماہرین عمرانیات کے افکار کے تناظر میں قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان اجزاء کا تفصیلی احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ دین اسلام کے اساسی عقائد کی روشنی میں اُن فکری بنیادوں کو واضح کیا گیا، جن سے عبادات اور معاملات کا سارا نظام استحکام حاصل کرتا ہے۔ انسان اپنے وجود کی حقیقت سے نہ صرف آگاہ ہوتا ہے بلکہ اپنے مقصد تخلیق کے تقاضوں کی تکمیل پر توجہ مبذول کرتا ہے اور عمل کا وہ افادی پہلو انسان کے سامنے آشکار ہوتا ہے جس کی روشنی میں شخصیت کا ادراکی و کرداری جزو مکمل ہوتا ہے۔ درج ذیل آرٹیکل میں تعمیر شخصیت کے جذباتی جزو سے بحث کرتے ہوئے قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں متعلقہ تفصیلات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

تعمیر شخصیت کے جذباتی اجزاء(Emotional Components):

رابرٹسن نے شخصیت کی تعمیر و تشکیل کے ضمن میں جو بحث کی ہے اس میں جذباتی اجزاء (Emotional Components) کا بھی اہم اور نمایاں کردار ہے۔ روزمرہ معمولاتِ زندگی میں انسان کو مختلف نوعیت کی کیفیتوں اور صورتِ حال سے واسطہ پڑتا ہے جن سے نبرد آزما ہونے کے لئے انسان کی یہ جذباتی کیفیات اس کی شخصیت کا ایک تأثر قائم کرتی ہیں۔ محبت، خوف، غصہ، نفرت و ناپسندیدگی، حسد، غیرت، تکبر، خود پسندی اور اس طرح کے کئی جذبات و احساسات کو ظاہر ہونے کا موقع ملتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ دین اسلام تعمیر و تشکیلِ شخصیت کے اس اہم جذباتی پہلو کو کس انداز میں زیر بحث لاتا ہے اور انسانی رہنمائی کے جو اصول مرتب کیے گئے۔ ان کے منفرد امتیازات متوازن شخصیت کو کس قالب میں ڈھالتے ہیں۔ تعمیر شخصیت کے

جذباتی اجزاء میں سے اہم اور نمایاں پہلوؤں کا قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ میں تفصیلاً تذکرہ موجود ہے۔

محبت:

قاضی محمد سلیمان منصور پوری محبت کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ محبت روح کے میلان صیحہ کا نام ہے اور محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالاتِ عُلیہ کی وجہ سے محبت کیے جانے کے شایان ہو۔ محبت روحِ انسانی کی وہ صفت نورانی ہے جو جسم انسانی میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما تھی۔ حدیث مبارکہ ''الأرواح جنود مجندة ، فما تعارف منها ائتلف، وما تناكر منها اختلف ''[۱] کہ تمام ارواح گروہ درگروہ لشکر تھیں، پس وہاں جو آپس میں متعارف تھیں یہاں بھی الفت رکھتی ہیں، اور جو وہاں ناواقف تھیں وہ یہاں بھی اختلاف رکھتی ہیں میں بھی اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[۲] اللہ تبارک وتعالیٰ جو نباضِ فطرت ہے۔ کو اپنی مخلوقات کی کمزوریوں سے بھی مکمل آگاہی ہے، چنانچہ سب سے پہلے ایک بنیادی پہلو کی نشاندہی فرمائی گئی کہ عین ممکن ہے انسان کسی چیز کو ناپسند کرے اور قابل نفرت جانے مگر اس میں اس کی بھلائی ہو، جبکہ وہ کسی چیز سے محبت رکھے اور وہ اس کیلئے باعثِ شر ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ﴾[۳]۔

اور ممکن ہے کہ تم ناپسند کرو کسی چیز کو اور وہ تمہارے لئے بھلی ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو جبکہ وہ تمہارے لئے باعث نقصان ہو۔

گویا یہ ذہن نشین کرایا گیا کہ انسان کو اپنی طبعی کمزوریوں کی بنا پر احکاماتِ الٰہیہ کی روشنی میں یہ جائزہ لینا پڑے گا کہ محبت اور نفرت کے کون سے معیارات ملحوظ رکھنے میں اس کی کامیابی اور فوز وفلاح مضمر ہے اور کون سے اُمور ایسے ہیں جن کی باطل محبت میں گرفتار ہو کر وہ گمراہی کے راستے پر چل پڑے گا۔ دینِ اسلام اعتدال و توازن کی خصوصیات سے متصف ہے، وہ نہ تو رہبانیت اور زُھد وتقشّف کی تحریک دیتا ہے اور نہ ہی انسان کو مادیت پرست بناتا ہے۔ بلکہ روح اور مادہ کے لوازمات کا توازن پیدا کر کے انسان کو وہ آدابِ حیات سکھاتا ہے جو اس کیلئے حقیقی نجات اور سرخروئی کا باعث بن سکتے ہیں۔ ان میں سے ہی ایک محبت کا جذبہ بھی ہے۔ آیتِ کریمہ مذکورہ میں بنیادی حقیقت کے مختلف پہلوؤں کی طرف متوجہ کروانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا گیا:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ و البنين و القناطير المقنطرة من الذهب و الفضة و الخيل المسوّمة و الأنعام و الحرث ذلك متاع الحيوة الدنيا و الله عنده حسن المآب ﴾(۴)

مزین کر دی گئی لوگوں کے لئے محبت شہوت کی چیزوں میں ،عورتوں اور بیٹوں ،سونے چاندی کے اکھٹے کئے ہوئے ذخیروں اور نشان زدہ گھوڑوں ، اور مویشیوں اور کھیتیوں میں، یہ دنیاوی زندگی کی متاع ہیں اور اللہ کے پاس بہتر انجام ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں ان تمام متاعِ دنیا کی نشاندہی فرمائی گئی ہے جن کی طرف انسان رغبت رکھتا ہے اوران کی محبت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے بسا اوقات خیر وشر کی تمیز بھی فراموش کر دیتا ہے۔اسی لئے فرمایا کہ یہ حیاۃِ دُنیوی کی متاع ہیں جبکہ بہتر انجام اللہ کے پاس ہے۔اس تناظر میں ان اشیاء کو مذموم سمجھا جائے گا جو شرّ کے فروغ اور اللہ سے دُوری کا سبب بن جائیں۔محبت کے حقیقی معیار کی نشاندہی اوراس پر متوجہ کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قل إن كان آبائكم و أبنآء كم و اخوانكم و أزواجكم و عشير تكم و أموال ن اقترفتموها و تجارة تخشون كساد ها و مساكن ترضونها أحب إليكم من الله و رسوله...... ﴾(۵)

کہہ دیجئے کیا تمہارے والدین اور اولاد اور تمہاری بہنیں اور بیویاں اور اقارب اور تجارت جس میں نقصان کا تمھیں اندیشہ لگا رہتا ہے اور گھر جن سے تم محبت کرتے ہو، اللہ اوراس کے رسول سے زیادہ محبوب ہیں؟.

یعنی اقامتِ دین کی حکمتوں اور اُمت کی تربیت کے اقتضاءات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس آیۃ مبارکہ میں محبت والفت کے رشتوں اور تجارت جس میں نقصان کا اندیشہ لگا رہتا ہے اور گھر جن سے محبت رکھتے ہیں، کو بیان کرتے ہوئے کلام الٰہی میں اللہ اوراس کے رسول کی محبت پر اولیت وفوقیت دی گئی۔ گویا وہ پیمانہ اور کسوٹی مقرر کر دی گئی جس کے تحت تمام تر محبتیں پروان چڑھنی چاہئیں اور جس کے مقابل کسی باطل محبت کا وجود باقی نہیں رہنا چاہیے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قل إن كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفرلكم ذنوبكم ﴾(۵)

کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو پس تم میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا۔

سب مخاطبین کے لئے یہ حقیقت کھول کر بیان کردی گئی کہ اگر اللہ کے ساتھ دعویٰ محبت ہے تو اسی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان کیلئے حجت بنا کر بھیجا ہے اور اس کی اتباع کا حکم لازم قرار دیا کیونکہ آپ ﷺ جو پیغام دیتے تھے وہ من جانب اللہ تھا۔ مخلص وصادق محبت رکھنے والا اپنے محبوب کی رضا کا متلاشی اور حریص ہوتا ہے۔ اُس کے حکم پر عمل اور اسکے منہیات سے مجتنب رہتا ہے۔ لٰہذا یہ قاعدہ کلیّہ طے کردیا گیا کہ اگر رسول ﷺ کی اطاعت اور اتباع ہوگی تو یہ رضائے الٰہی کی علامت ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے انعام اور مغفرت کی خوشخبری دی گئی۔

ڈاکٹر محمد امین نے اللہ کو ہماری محبت کا سب سے بڑھ کر مستحق قرار دینے کی چار وجوہات بیان کی ہیں۔

۱- لذت- جو انسانی وجود کے کمال اور بقاء کی ضامن ہوتی ہے۔

۲- احسان- جو وجود کے دوام اور مہلکات سے بچاؤ کا سبب ہے۔

۳- حسن و جمال- خواہ وہ صورت ظاہری ہو یا باطنی

۴- مناسبتِ خفیہ- جو محبّ اور محبوب کے درمیان ہو(۷)

قرآن حکیم میں مومنین کی خوبی بیان فرمائی گئی:

﴿ والذين آمنوا أشد حبًّا للّٰه ﴾(۸) اور جو لوگ ایمان لائے، وہ اللہ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔

امام البیضاوی اس آیتِ مبارکہ میں محبت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

والمحبة : ميل القلب من الحب، استعير لحبة القلب ، ثم اشتق منه الحب لإنه أصابها و رسخ فيها، ومحبة العبد للّٰه تعالىٰ إرادة طاعته و الاعتناء بتحصيل مراضيه، و محبة اللّٰه للعبد أرادة إكرامه و استعماله في الطاعة ، و صونه عن المعاصي. (۹) یعنی قلبی میلان ِ حب کا نام محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کیلئے بندے کی محبت، اس کی اطاعت اور اس کی رضا کے حصول پر توجہ میں مضمر ہے۔ جبکہ بندے کیلئے اللہ کی محبت اس کے اکرام، اطاعت پر کاربند رہنے اور معاصی سے بچانے کا نام ہے۔ جب انسان اپنے اعمالِ

حسنہ کی بنا پر قُربِ الٰہی کا مقام حاصل کر لیتا ہے تو پروردگارِ حقیقی اپنے بندۂ مومن کو اپنی محبت کے اعزاز و اکرام سے نوازتا ہے اور یہ اَمر ملاءِ اعلیٰ میں بھی اس کی تکریم کا باعث بن جاتا ہے۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إن الله إذا أحب عبداً ، دعا جبريل عليه السلام فقال : إني أحبّ فلانا فأحبه ، قال : فيحبه جبرئيل، ثمّ ينادي في السّماء فيقول : إنّ الله يحبّ فلانا، فأحبّوه، فيحبّه أهل السّماء ، قال : ثمّ يوضَع له القبول في الأرض، و إذا أَبغض الله عبداً دعا جبرئيل فيقل : إنى أبغض فلانا فأَ بغضه، قال: فيبغضه جبرئيل، ثمّ ينادي في أهل السّماء: إن الله يبغض فلاناً فأبغضوه، قال: فيبغضونه، ثمّ توضع له البغضآ ءُ في الأرض"(۱۰)

بے شک جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں پس تم بھی اس سے محبت کرو، پس جبرئیلؑ اس سے محبت کرتے ہیں، پھر وہ آسمانوں میں ندا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس بندے سے محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، پس آسمانوں والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر وہ اس کو دنیا میں مقبول کر دیتے ہیں، اور جب اللہ کسی بندے سے ناراض ہوتا ہے تو جبرئیل کو بلا کر فرماتے ہیں کہ میں اس سے ناراض ہوں تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ، تو جبرئیل علیہ السلام اس سے ناراض ہو جاتے ہیں، پھر وہ آسمان والوں کو منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالی اس بندے سے ناراض ہیں تم بھی اس سے ناراض ہو جاؤ، پس وہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں، پھر اس کے لئے دنیا میں ناراضگی کی فضا پیدا کر دیتے ہیں.

حضرت عبادہ بن الصامتؓ سے رسول کریم ﷺ کا یہ قول بھی مروی ہے:

" من أحبّ لقاء الله، أحب الله لقاءه ، و من كره لقاء الله ، كره الله لقائه"(۱۱)

قربتِ الٰہیہ کے حوالے سے آپ ﷺ نے حدیثِ قدسی روایت فرماتے ہوئے کہا :

" قال اللّٰه عزّوجلّ: إذا تقرّب منّي ذراعاً ، تقرّبت منه باعاً - أو بوعاً - و اذا أتاني يمشي أتيته هرولة" (۱۲)

اس کے بالمقابل باطل محبت کے ایک قوی مظہر کی نشاندہی بھی فرمائی گئی :

﴿ألذين يستحبّون الحيوة الدنيا على الآخرة و يصدّون عن سبيل اللّٰه ويبغونها عوجا أولٓئك فى ضللٍ بعيد﴾ (۱۳)

یعنی وہ لوگ جو آخرت کے مقابلے میں دنیاوی زندگی سے محبت کرتے اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی کے متلاشی ہوتے ہیں سو وہی لوگ ہیں جو زبردست گمراہی میں مبتلا ہیں۔

آیۃ کریمہ مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کی تین باتوں کی نشاندہی فرمائی :

۱ - وہ حبِ دنیا میں گرفتار، اسے آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور محض دنیا اور اس کی متاع کیلئے ہی سب کچھ کرتے ہیں۔

۲- وہ اللہ کی راہ سے روکنے والے تھے۔

۳۔ اور وہ پیغامِ حق میں ایسی کجی پیدا کرنا چاہتے، جو اسے حق سے دُور کردے اور ان کی خواہشاتِ نفس کی موافقت کرے۔

اس اَمر کی وضاحت فرما کر گویا صاحبِ ایمان لوگوں کو ذہن نشین کرادیا گیا کہ وہ دنیا اور خواہشاتِ نفس کی باطل محبت میں گرفتار نہ ہوں، یہ محبت مال و دولت کی بھی ہوسکتی ہے تا کہ وہ ممکنہ گمراہی سے بچ سکیں۔ (۱۴)

کلامِ الٰہی کے ان اِرشادات کی وضاحت وتشریح میں محبت کے صحیح معیار اور پیمانوں کی نشاندہی احادیثِ مبارکہ میں بھی ملتی ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ انسانی شخصیت کی تشکیل وتعمیر کی بنیادی ضرورت پر کس قدر توجہ مبذول کی گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور اللہ کے مقرّب ومحبوب تھے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے:

" لايجد أحد حلاوة الإيمان حتى يحب المرء لا يحبه إلا للّٰه ، و حتّى أن يقذف في النار أحبّ إليه من أن يرجع إلى الكفر بعد إذ أنقذه اللّٰه، وحتى يكون اللّٰه و رسوله أحب إليه ممّا سواهما" (۱۵)

کوئی شخص ایمان کی حلاوت نہیں پائے گا جب تک کہ وہ جس شخص سے دوستی رکھے تو صرف اللہ کے لئے دوستی رکھے، اور یہ کہ کفر کی طرف لوٹنے سے آگ میں جانا زیادہ اچھا لگے، اور یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو ان دونوں کے علاوہ ہر چیز سے اچھا لگے۔

" ثلاث" من كنّ فيه وجد بهنّ حلاوة الإسلام، من كان اللّه و رسوله أحبّ إليه مما سواهما ، ومن أحبّ المرءَ لا يحبّه اِلا للّه، و من يكره أن يرجع إلى الكفر كما يكره أن يلقى في النّار"(١٦)

تین باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ ان کی وجہ سے ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا۔ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے زیادہ چاہے، اور جس شخص سے دوستی رکھے تو صرف اللہ کے لئے دوستی رکھے، اور وہ کفر کی طرف رجوع کرنے کو ایسا ناپسند کرے جیسا کہ وہ دوزخ میں جانے کو ناپسند کرتا ہے.

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے :

"إن اللّه يقول يوم القيامة : أين المتحابّون بجلالي ، أليوم أظلّهم في ظلّي، يوم لاظل إلا ظلّي "(١٧)

گویا یہ اعزاز ہے اس صاحب ایمان کا جو اللہ کے جلال کی خاطر باہمی محبت کے روابط استوار کرتا ہے اور اس کا اکرام وفضیلت ہوگا کہ روزِ قیامت جب کوئی سایہ نہ ہوگا اس کو اللہ کے سایہ میں جگہ ملے گی۔ آپؐ سے ہی یہ روایت بھی منقول ہے:

" أن رجلا زار أخاً له في قريةٍ أخرىٰ ، فأرصد اللّه له، علىٰ مدرجته ملكاً ، فلما أتىٰ عليه قال : أين تريد؟ قال : أريد ، أخاً لي في هذه القرية ، قال : هل لك عليه من نعمةٍ تربها ؟ قال: لا غير انّي أحببته في اللّه [عزّوجلّ] قال: فإنى رسول اللّه ﷺ إليك بأنّ اللّه قد أحبّك كما أحببته فيه"(١٨)

حضور ﷺ سے یہ حدیثِ قدسی بھی منقول ہے کہ اللہ کی خاطر باہم محبت کرنے والوں کو نور کے منبر عطا کیے جائیں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ حضورِ نبی کریم ﷺ روایت فرماتے ہیں:

"قال اللّٰه عزّوجلّ: ألمتحابّون في جلالي لهم منابر من نورٍ يغبطهم النّبيون و الشهداءُ "(۱۹)

اللہ عزّ وجلّ کا ارشاد ہے میرے جلال کی خاطر محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر ہوں گے نبی اور شہداء ان پر رشک کریں گے.

"حقت محبتي على المتزاورين فيّ- يعني نفسه- وحقت محبتي للمتامحين في وحقت على المتباذلين في، على منابر من نور يغبطهم بمكانهم النبيّون و الصّدّيقون"(۲۰)

اللہ کی خاطر ملاقات کرنے والوں کے لئے میری محبت لازم ہوگئی اور میری خاطر نرمی اور درگذر کرنے والوں کے لئے بھی میری محبت لازم ہوگئی اور میری خاطر سخاوت اور فیاضی کرنے والوں کے لئے بھی میری محبت لازم ہوگئی نور کے منبر ہوں گے نبی اور شہداء ان کے درجات پر رشک کریں گے.

"لا يؤمن أحد كم حتى أكون أحب إليه من ولده و والده و النّاس أجمعين"(۲۱)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میرے ساتھ اپنی اولاد اور والدین اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو.

حضرت انسؓ کی ہی ایک دوسری روایت میں ہے:

"لا يؤمن أحد كم حتى أكون أحب إليه من أهله و ماله والنّاس أجمعين"(۲۲)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میرے ساتھ اپنے گھر والوں اور اپنے مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو.

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ وہ رسول ﷺ کے ساتھ مسجد سے باہر آرہے تھے کہ مسجد کے دروازے کے پاس ایک شخص ملا اور پوچھنے لگا یا رسول اللہ قیامت کب ہوگی، آپ ﷺ نے فرمایا تو نے کیا تیاری کی ہے؟ تو وہ کہنے لگا جیسا کہ ایک تھکا ماندہ شخص، پھر کہا، کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے کوئی زیادہ نماز یا روزے یا

صدقہ تو نہیں دیا لیکن میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"فأنت مع من أحببت"(۲۳) پس تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے:

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے:

" أحبّوا اللّٰه لـما يغذو كم من نعمه ، و أحبّوني بحب اللّٰه ، و أحبوا أهل بيتي بحبي"(۲۴)

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، اس لئے کہ وہ تم کو اپنی نعمتوں میں سے کھلاتا ہے، اور حبِ الٰہی کی خاطر مجھ سے محبت رکھو، اور میری محبت کی خاطر میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

حبُ اللہ اور حبِ رسول کا یہ وہ معیار ہے جو ایک صاحبِ ایمان کی شخصیت کو اس سانچے میں ڈھال دیتا ہے جہاں اس کا منہاج زندگی اللہ اور اس کے رسول کا اتباعِ حقیقی ہوتا ہے۔ تمام محبتیں خواہ اولاد کی ہوں، انسانوں کی یا دیگر نوعیت کی، سب اللہ کی رضا کے تابع اور تمام عداوتیں بھی اللہ کی رضا کے تابع ہو جاتی ہیں۔(۲۵) اسی بناء پر وہ تمام اُوامر ونواہی کا پابند، انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ اخلاق کا مظہر اور دیگر مخلوقات سے بھی مشفقانہ برتاؤ کرنے والا ہو جاتا ہے۔ یہ رویّہ نہ صرف نفوس کی صالح تربیت کا باعث بنتا ہے بلکہ دینِ اسلام کے احکامات کی عملی ترویج بھی ممکن ہو جاتی ہے۔

جب بندۂ مومن حبُ اللہ والرسول کے تقاضوں کے تحت انسانوں اور دیگر مخلوقات سے مؤدت و اُلفت کا رشتہ اُستوار کرتا ہے تو سماجی ماحول میں توازن اور اِعتدال کی خصوصیات پیدا ہوتی ہیں۔ باہمی تعاون علی الخیر سے زندگی کے حسن اور رعنائی میں اضافہ ہوتا ہے اور اِثم وعدوان کی روک تھام کیلئے نہ تو کوئی مصنوعی طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں اور نہ ہی معاشرتی سطح پر اِضطراب کی ایسی کیفیت پیدا ہونے پاتی ہے جو لوگوں کو غیر مطمئن اور بے سکونی کا شکار کردے۔ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ دینِ اسلام کا معین کردہ پیمانہ محبت اپنے اندر جامعیت اور کاملیت کے ساتھ ساتھ دنیا وآخرت کی بھلائی کی ضمانت بھی لئے ہوئے ہے۔ کیونکہ صاحبِ ایمان کیلئے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہر حال میں مطلوب ومقصود ہوتی ہے۔ اغراضِ دُنیوی کی تکمیل، وقتی منفعتیں، جاہ و منصب کی لالچ یا مال ودولت کا حصول ان کیلئے کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چونکہ سب محبتوں پر غالب ہوتی ہے چنانچہ وہ اِثم وعدوان سے مجتنب رہتے ہوئے ہر اس کام پر توجہ دیتے ہیں جو

اطاعت اللہ والرسول کی نوید و بشارت لئے ہوئے ہو۔ باہمی محبت و مؤدت کا یہ پیغام انسانی زندگی کو اَمن وسکون کی نعمت سے مالا مال کر دیتا ہے اور ایسے ہی نیک لوگوں کیلئے حضور ﷺ نے اپنے مختصر خطاب میں ارشاد فرمایا، جس کو حضرت ابو مالک الاشعری نے روایت کیا ہے:

"یا أیھا النّاس، إسمعوا و اعقلوا و اعلموا أ ن للّٰہ عزّ و جلّ عبادا لیسوا بأ نبیاء ولا شھداء، یغبطھم الأنبیاء و الشھداء علی مجالسھم و قربھم من اللّٰہ، فجاء رجل من الأعراب من قاصیة النّاس و أوطی بیدہ إلی نبي اللّٰہ ﷺ، فقال: یا نبّي اللّٰہ ﷺ! ناس من النّاس، لیسوا بأنبیاء ولا شھداء یغبطھم الانبیاء و الشھداء علی مجالسھم و قربھم من اللّٰہ! أنعتھم لنا – یعني صفھم لنا–، فسرّ وجه رسول اللّٰہ ﷺ لسوال الأعرابي، فقال رسول اللّٰہ ﷺ: ھم ناس من أفناء النّاس، و نوازع القبائل، لم تصل بینھم أرحام متقاربة، تحابُوا في اللّٰہ و تصافوا، یضع اللّٰہ لھم یوم القیامة منابر من نور فیجلسھم علیھا، فیجعل وجوھھم نوراً، و ثیابھم نوراً یفزع النّاس یوم القیامة ولا یفزعون، وھم أولیاء اللّٰہ الّذین لاخوف علیھم ولاھم یحزنون"(۲۶)

اے لوگو! سنو، سمجھو اور جانو کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ تو نبی ہیں نہ شہید ہیں، لیکن اَنبیاء و شہداء ان پر، ان کے مقامات پر اور اللہ سے ان کے قُرب پر رشک کرتے ہیں، ایک اعرابی شخص جو دُور بیٹھا ہوا تھا، اس نے اپنے ہاتھوں سے نبی ﷺ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! ہم کو بتائیے کہ وہ کون لوگ ہیں جو نہ تو نبی ہیں، نہ شہید ہیں۔ لیکن اَنبیاء و شہداء ان کے مقامات پر اور ان کے اللہ سے قُرب پر رشک کریں گے۔ اعرابی کا سوال سن کر رسول اللہ ﷺ کے روئے انور پر مسرت کے آثار ظاہر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ معمولی قسم کے لوگ ہوں گے اور مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے ہوں گے جن کے درمیان خونی رشتہ نہیں ہوگا۔ لیکن انہوں نے اللہ کیلئے ایک دوسرے سے محبت کی ہوگی اور مخلصانہ تعلقات رکھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اُن کیلئے نور کا منبر رکھوا کر انہیں اس پر بٹھائیں گے، ان کے چہروں اور

کپڑوں کو سراپا نور بنا دیں گے، قیامت کے روز سب لوگوں کو گھبراہٹ ہوگی لیکن یہ لوگ گھبراہٹ میں مبتلا نہیں ہوں گے، یہی اللہ کے اولیاء ہیں، جن پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ وہ لوگ غمگین ہوں گے۔

باہمی محبت ومودت کا یہ وہ جذبہ ہے جس کو متوازن انداز میں شخصیت کو پروان چڑھانے کیلئے متحرک کیا گیا اور جس کے مثبت اثرات عمرانیاتی ماحول پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ جواُن رویّوں کو اِجتماعی زندگی میں پروان چڑھاتے ہیں جس سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن جاتی ہے۔

خوف:

بنی نوع انسان کے طبعی جذبات و اِحساسات میں خوف کا عنصر بھی شامل ہے۔لغتِ عربی میں 'خاف یخاف خوفا و خیفة و مخافة : الفزع'[۲۷] یعنی خوفزدہ ہونا، گھبرانا۔ انسان کے دل میں کسی ناپسندیدہ اور تکلیف دہ چیز کے واقع ہونے کا خطرہ اور اندیشہ جب انسان کو ایسی صورتحال سے گزرنا پڑے جس سے اس کو دکھ، تکلیف، پریشانی، ہلاکت یا موت کا خطرہ ہوتو اسے 'خوف' کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ خوف، انسان کیلئے مثبت اور منفی دونوں صورتوں میں موجود ہوسکتا ہے۔ یہ تجزیہ بھی کیا گیا ہے کہ انسانی اعمال کے دو بڑے محرّکات میں سے ایک محبت ہے اور دوسرا خوف۔[۲۸] ھبوطِ آدمؑ کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا تھا:

﴿ قلنا اهبطوا منها جميعاً فإ ما ياتينّكم منّي هدىً فمن تبع هداي فلا خوف عليهم و لا هم يحزنون﴾[۲۹]

کہا ہم نے تم سب یہاں سے اتر جاؤ، پس جب کبھی میری طرف سے ہدایت آئے، سو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی تو اس پر کوئی خوف اور غم نہ ہوگا۔

امام البیضاوی خوف اور حزن کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "فالخوف على المتوقع والحزن على الواقع"[۳۰]

یعنی مستقبل میں متوقع امر کا خدشہ خوف کہلاتا ہے اور وقوع پذیر ہوجانے والے اُمر سے حُزن و ملال وابستہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی آیتِ کریمہ مذکورہ بالا کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آدمؑ اور ان کی بیوی حوّا کے جنت سے ھبوط کے واقعہ کو بہ تکرار اس لیے بیان فرماتے ہیں کہ اس کی اہمیت واضح ہو سکے۔ کرۂ ارض پر انسانوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ ایمان باللہ سے متصف اور اس کی اِطاعت گزاری کرنے والا، اس کی نازل کردہ ہدایات اور قوانین کا اِتباع کرنے والا ہے۔ یہی لوگ حیاۃُ الآخرۃ میں ہمیشہ رہنے والے باغات میں رہیں گے اور ان پر وعید الٰہیہ کے مطابق جوابدہی کے ڈر اور عذاب کا کوئی خوف نہ ہوگا، نہ ہی ان کو دنیا کی نعمتوں کے زائل ہونے کی وجہ سے کسی حزن و ملال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ جبکہ وہ انسانی گروہ جو اللہ کی نازل کردہ کتب کا انکار کرنے والے، اللہ کے رسولوں اور انبیاء کی تکذیب کرنے والا ہوگا، وہ نارِ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان کو اس میں نہ تو موت آئے گی اور نہ ہی پاکیزہ زندگی جی سکیں گے اور نہ ہی ان کو باہر نکالا جائے گا۔ (۳۱)

امام ابن کثیر نے علامہ آلوسی کا اسی تناظر میں خوف پر تبصرہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

لاخوف علیهم- من الضلالة فی الدنیا ، ولا حزن من الشقاوة فی العقبٰی ، و قدم إنتفاء الخوف لأن إنتفاء الخوف فیما هو آت أكثر من إنتفاء الحزن علی ما فات. (۳۲)

علامہ اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ قلب کا دردناک ہونا ایسی چیز کے خیال میں جو ناگوارِ طبع ہوں اور آئندہ ہونے کا اندیشہ ہو اس کو 'خوف' کہتے ہیں۔ (۳۳) علامہ صاحب کے خیال کے مطابق خوف یا خشیت معصیت سے بچنے کیلئے مطلوب ہے بالذات مطلوب نہیں۔ وہ حدیثِ نبوی ﷺ "اللھمّ إنّا نسئلك من خشیتك ما تحول به بیننا و بین معاصیك" کہ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے ایسے خوف کی طلب کرتے ہیں جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے، سے استدلال کرتے ہوئے خوف کی اس حد کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو حکم الٰہیہ کے مطابق معصیت سے مانع ہو۔ معلوم ہوا کہ اگر خوف اس سے زیادہ ہو جائے تو محمود نہیں۔ خوف مع الرجاء یہی ہے اور اگر خوف ہی خوف ہو یہاں تک کہ رجاء نہ رہے اور ناامیدی تک نوبت پہنچ جائے تو یہ کفر ہے کیونکہ اگر محض خوف کا غلبہ ہو تو غلبۂ خوف سے تعطّل ہو جاتا ہے اور تعطّل سے ترقی نہیں ہوتی اور مقصود بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (۳۴) دینِ اسلام کی تعلیمات کا اعجاز یہ ہے کہ وہ فطری احساسات و جذبات کو نہ تو دباتا اور کچلتا ہے اور نہ ہی بے لگام چھوڑتا ہے۔ بلکہ ان کو صحیح راہ دکھاتا ہے۔ کیفیتِ خوف بھی انہی جذباتی کیفیات میں سے ہے جس کے ذریعے انسانی شخصیت کو متوازن اور مثبت کردار ادا کرنے کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿و اخشونی﴾ (۳۵) اور مجھ سے ڈرو.

﴿و خافونِ إن كنتم مؤمنين﴾ (۳۶) اور مجھ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو.

گویا انسان کو صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کا خوف وخشیت رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے خوف کی تمام منفی نوعیتوں سے آزاد کرا دیا۔ اگر انسان خوف کی کیفیت میں بلا جواز گھرا رہے تو یہ غلبہ، انسانی اِستعداد کو نہ صرف معطل کر دیتا ہے بلکہ اس کی نشو و اِرتقاء کا عمل سست بلکہ بعض اوقات رک بھی جاتا ہے اور مقصود حاصل کرنے میں ناکامی ہوتی ہے۔ لیکن اگر کیفیتِ خوف کو صرف خالق کی ذات کے ساتھ متعلق کر دیا جائے تو انسانی شخصیت میں جذبات توازن واعتدال کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ خوف وخشیت الٰہیہ کا یہی احساس اس کیلئے اعمالِ صالحہ، نیک کاموں کی رغبت، اِثم وعدوان اور فسق وفجور سے اجتناب کرنے کا محرک بن جاتا ہے۔ زندگی کی مصلحتیں اور اقتضایات بھی صحیح طریقے سے رُو بہ عمل رہتے ہیں۔ حضورنبیِ کریم ﷺ سے مروی ہے:

"من خاف أدلج و من أدلج بلغ المنزل ألا إنّ سلعة الله غالية ألا إنّ سلعة الله الجنة" (۳۷)

یعنی جو ڈرتا ہے وہ رات سے ہی چل پڑتا ہے اور جو مائل بہ سفر ہوتا ہے وہ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔ آگاہ رہو اللہ کا سودا گراں ہے، آگاہ رہو کہ اللہ کا سودا جنت ہے۔ گویا بلیغ پیرایہ میں یہ سمجھایا گیا کہ حیاتِ مومن کا مطلوب اللہ کے احکامات کا اتباع ہے جس کا صلہ جنت ہے اور اس نصبُ العین کو، جو صاحبِ ایمان اپنے سامنے رکھے گا، وہ ابتداء سے ہی اس کی تیاری کرے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ کامیابی کا حصول ممکن ہو جائے گا۔ اللہ عزّ وجلّ نے قرآن حکیم میں کئی مقامات پر خوف اور خشیتِ الٰہیہ کی طرف راغب فرمایا:

﴿فلا تخشو هم و اخشونِ﴾ (۳۸) پس تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو.

﴿فالله أحق أن تخشوه إن كنتم مؤمنين﴾ (۳۹) پس اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق ہے کہ تم اس سے ڈرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو.

﴿إنّما يخشى الله من عباده العلماء﴾ (۴۰) بے شک اس کے بندوں میں سے صاحب علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں.

﴿ ألا إن أولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ﴾ (۴۱) آگاہ رہو کہ اللہ کے اولیاء پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غم زدہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان صاحبِ ایمان لوگوں کو جو تسلیم و رضا کے پختہ خوگر، اعمالِ صالحہ کیلئے ہر دم مستعد و کوشاں، اِصلاح کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف او اللہ تعالی کی مخلوق کی بہتری کیلئے اپنی صلاحیتیں استعمال کرتے ہیں، ان کیلئے یہ مژدہ سنادیا کہ ان کو کسی قسم کا خوف اور حزن وملال کا سامنا نہ کرنا پڑے گا، (۴۲) اور اُن کیلئے دخولِ جنت کا پروانہ ہوگا۔

﴿ أدخلوا الجنة فلا خوف علیکم ولا أنتم تحزنون ﴾ (۴۳) تم جنت میں داخل ہو جاؤ پس تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی تم غم زدہ ہوگے۔

پروردگارِ عالم نے انسان کو چونکہ اَشرف المخلوقات کے اِعزاز وتکریم کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا ہے لہٰذا یہ روا نہیں کہ خالق کو چھوڑ کر انسان اپنے سے کم تر مخلوقات کے خوف میں مبتلا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جذبہ سے انسان کو منحرف ہونے کا راستہ نہیں دکھایا بلکہ اس جذبہ کو ایسی صورت میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اس کی شخصیت کی مثبت اُٹھان میں اس کے کام آسکے اور اس جذبہ کو اس کے صحیح تناظر میں پروان چڑھاتے ہوئے عمرانیاتی ماحول کو مایوسی اور اِضطراب کی کیفیات سے بچا سکے۔ وہ مایوسی جو انسان کو اپنی ہلاکت پر آمادہ کردیتی ہے۔ بالعکس اللہ تعالیٰ نے اُمید آفرینی کے تصور کو اُجاگر اور متحرک کیا جو جان لینے کی بجائے اسے اُن اعمالِ صالحہ کی ترغیب دیتا ہے جو معاشرے کو اِعتدال وتوازن کے ساتھ ساتھ خیر کا سرچشمہ بنادیتے ہیں۔

﴿و إنھم کانوا یسارعون فی الخیرات و یدعوننا رغباً و رھباً و کانوا لنا خاشعین ﴾ (۴۴) اور بے شک وہ نیکیوں کے حصول میں سرعت سے کام کرتے ہیں اور ہمیں رغبت سے اور ڈرتے ہوئے پکارتے ہیں، اور وہ ہم سے خشوع رکھتے ہیں۔

﴿تتجا فیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفاً و طمعاً ﴾ (۴۵)

ان کے پہلو بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈرتے ہوئے اور طمع سے پکارتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے خشیت اور خوف کی یہی کیفیت تھی، جو رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے کبار صحابہ کرامؓ کی شخصیات کا جزو بن گئی اور وہ اسی کے پیشِ نظر اپنے تمام اُمورِ حیات اور اَعمال سرانجام دیتے

تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ جب منصبِ خلافت پر نامزد اور بیعت کیے گئے تو آپؓ نے پہلا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے جن حقائق کو بنیاد بنایا وہ تقویٰ اور خشیتِ الٰہیہ کے محاسن کی نشاندہی کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خطبہ کا متن یہ تھا۔

أيها النّاس ! قد وليت عليكم ولست بخير منكم ، فإن أحسنت فأعينوني، وإن صدفت فقوموني ، الصدق أمانة والكذب خيانة، و الضعيف فيكم قوى عندي حتى آخذ له حقه، و القويّ فيكم ضعيف عندي حتى آخذ الحق منه إن شاء الله.(٤٦)

اے لوگو مجھے تم پر والی مقرر کیا گیا اور میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں، پس اگر میں اچھا کروں تو میری اعانت کرنا، اور اگر سچ کہوں، تو میرا ساتھ دینا، سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے، اور تم میں سے ضعیف میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلا دوں، اور تم میں سے طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں، ان شاء اللہ۔

☆ غیظ وغضب اور نفرت:

قوتِ غضبیہ یا غصہ ایک فطری جذبہ اور احساس ہے جب ہم اپنے متعین مقصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر روک دیے جاتے ہیں تو اس سے یہی قوتِ غضب متاثر ہوتی ہے۔ غیظ یا غصہ کے علاوہ بھی انسانی شخصیت میں مختلف محرک اِحساسات ہوتے ہیں اور ضروری نہیں کہ تمام انسان ایک ہی انداز میں اپنے اِحساسات کا اظہار کریں۔ شخصیات میں موجود تنوّع کی وجہ سے محرک اِحساسات کا اِظہار اور انداز مختلف ہوسکتا ہے۔ دیگر اِحساسات کی طرح قوت غضبیہ یا غصہ کو انگیخت ملنے کے اَسباب مختلف ہو سکتے ہیں اور اس کا اِظہار بھی مختلف صورتوں میں ہوسکتا ہے۔ شخصیت کے جذباتی محرکات میں سے ایک ہونے کی نشاندہی اس حدیثِ مبارکہ سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللّهم إنما محمد بشر يغضب كما يغضب البشر"(٤٧)

اے اللہ (حضرت) محمد (ﷺ) بھی بشر ہے، اس کو بھی دوسرے انسانوں کی طرح غصہ آتا ہے۔

گویا یہ ایک ہمہ گیر بشری جذباتی محرک اور اِحساس ہے جس سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ انسان صاحب ِ اختیار و ارادہ مخلوق ہے۔ اس کی شخصیت کی تعمیر اور نشو و اِرتقاء میں جو لوازمات اہم کردار ادا کرتے ہیں ان میں سے کئی فطری اور طبعی ہوتے ہیں مگر ان کا مواخذہ اور باز پرس کر کے ان کو قابو کیا جا سکتا ہے۔

علامہ اشرف علی تھانوی کے خیال کے مطابق غصہ فی نفسہٖ غیر اختیاری ہے۔ لیکن اس کے اقتضاء پر عمل کرنا اِختیاری شمار ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا ترک کرنا بھی اختیاری ہے اور اِختیاری کا علاج بجز استعمال اختیار کے کچھ نہیں گو اس میں کچھ تکلف و مشقت بھی ہو۔ اسی استعمال کے تکرار و مداومت سے وہ اقتضاء ضعیف ہو جاتا ہے۔ ان کے نزدیک غصہ میں جوش پیدا ہونا طبعی اَمر ہے اس میں ملامت نہیں۔ مگر انسان کو خداوندِ کریم نے اختیار بھی دیا ہے جس کو استعمال کر کے غصہ پر عمل کو روکنا چاہئے۔ اس اختیار کو صَرف نہ کرنا انسانیت کے خلاف ہے۔ غصہ کو بھی حق تعالیٰ نے بہت سی مصلحتوں کے سبب انسان کی سرشت میں داخل کیا ہے۔ اس سے بہت سے کام نکلتے ہیں لیکن اختیار کو بھی ساتھ رکھ دیا ہے کہ جس جگہ غصہ کا کام شرعاً مامور ہو وہاں کام لے، اور جو جگہ غصہ کے کام کی نہیں وہاں کام نہ لے۔ (۴۸)

انسانی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کی بحث کے ضمن میں یہ بات قابل غور ہے کہ علامہ اشرف علی تھانویؒ کے نزدیک اَعمال کو اَخلاق کی فرع یعنی اضافی و ذیلی اُمور کا درجہ حاصل ہے۔ اَخلاق کے محرکات میں تین قوتیں بہت اہمیت رکھتی ہیں، قوتِ عقلیہ، قوتِ شہویہ، قوتِ غضبیہ -- یہ تینوں مذکورہ قوتیں افراط و تفریط اور اعتدال کے تین پہلوؤں پر محیط ہوتی ہیں۔ جہاں تک قوت غضبیہ کا تعلق ہے، اس کا درجۂ افراط "تہوّر' کہلاتا ہے۔ جبکہ اس کی حالتِ تفریط 'جبن' اور اعتدال والی حالت 'شجاعت' کہلاتی ہے۔ شریعتِ اسلام میں یہ خصوصیت موجود ہے کہ نفس انسانی کیلئے تمام مصلحتوں اور مضرّتوں کی رعایت رکھی گئی ہے اور یہ بھی کہ انسان کو ٹھوکریں کھا کر مصلحتیں معلوم کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ شریعت کے علم سے جامع تعلیم سامنے آجاتی ہے۔ (۴۹)

اس بحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ قوتِ غضبیہ شخصیت کے توازن و اعتدال میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ دیگر احساسات کی طرح اس طبعی اور فطری جذبہ و احساس کی انگیخت کے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں اور اس کا اظہار بھی مختلف صورتوں میں ہو سکتا ہے۔

سید سلیمان ندوی غیظ و غضب کی بے اعتدالیوں اور انسان میں اس کیفیت کے مختلف درجات کے

بیان میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے عصر کی نماز کے بعد صحابہ کو نصیحتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ تھی:

''آدم کے بیٹے کئی طبقوں میں پیدا کیے گئے۔ ان میں کوئی ایسا ہے جس کو غصہ دیر سے آتا ہے اور سکون جلد ہو جاتا ہے، اور کسی کو غصہ بھی جلدی آتا ہے اور دور بھی جلد ہو جاتا ہے۔ تو ان دونوں میں سے ایک بات کی دوسری بات سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور کوئی ایسا ہے کہ اس کو غصہ جلد آتا ہے اور دفع بہت دیر میں ہوتا ہے۔ تو ہاں! ان میں سب سے اچھا وہ ہے جس کو غصہ دیر سے آئے اور دور جلد ہو جائے۔ اور ان میں سب سے برا وہ ہے جس کو غصہ جلد آ جاتا ہو اور دور بہت دیر میں ہوتا ہو۔ ہاں! غصہ ابن آدمؑ کے دل کی ایک چنگاری ہے دیکھتے نہیں کہ اس کی آنکھیں لال اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں تو جس کو اپنے غصہ کا احساس ہو اس کو چاہیے کہ وہ زمین سے لگ جائے۔''(۵۰)

آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

" إذا غضب أحد كم و هو قائم ، فليجلس ، فإن ذهب عنه الغضب و الّا فليضطجع" (۵۱) جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو، تو وہ بیٹھ جائے، پس اگر اس کا غصہ رفع ہو جائے، تو ٹھیک ورنہ وہ لیٹ جائے.

حضور نبی کریم ﷺ نے غیظ وغضب کو شیطان کے ساتھ نسبت دی اور فرمایا کہ اس کی تخلیق آگ سے ہوئی اور آگ کو پانی ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"إنّ الغضب من الشّيطان ، و إن الشّيطان خلق من النّار، و إنّما تطفأ النّار بالماء ، فإذا غضب أحد كم فليتوضّأ"(۵۲)

بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے، اور بے شک شیطان کی تخلیق آگ سے ہوئی اور بے شک آگ پانی سے بجھتی ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرے.

اس کے علاوہ کچھ دوسرے عوامل جن میں بعض جسمانی نظام شامل ہیں ان پر بھی غصہ کے شدید اظہار کرنے یا اظہار نہ کر سکنے کی بناء پر اَثرات مرتب کرتے ہیں۔ سماجی ماحول، تہذیبی اَقدار اور اَفراد جس قسم کے معاشرہ میں پروان چڑھتے ہیں وہ انسان کے اس فطری جذبہ و اِحساس پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر غصہ کا احساس افراط یعنی زیادتی کی صورت میں ہو تو اس سے جسمانی اعضاء و نظام شدید متاثر ہوتے ہیں۔ اور انسان سے ایسی حرکات سرزد ہو سکتی ہیں جن پر وہ بعد میں نادم و پشیمان ہو۔ غصہ کی حالت میں انسان کی عقل اور فکرِ سلیم کے معطل ہونے کے امکانات بھی موجود ہوتے ہیں۔ جس کی بناء پر انسان صحیح طریقے سے سوچنے اور ٹھیک فیصلہ کرنے کی قوت سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے صاحب ایمان لوگوں کی امتیازی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس﴾(۵۳) اور وہ غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں.

آیتِ کریمہ مذکورہ کے سیاق وسباق میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مومنین کو مواعظِ حسنہ سے نواز رہے ہیں، جو کہ خیر و فضیلت کی طرف ان کی رہنمائی کرتے ہیں اور انہیں شرّ اور رذائل سے روکتے ہیں۔ یہ حق کے اثبات، باطل کے ابطال اور اجتماعیتِ فاضلہ کی بنیاد رکھنے کیلئے بہت ضروری ہیں۔ اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ رسول کے تناظر میں مسلمانوں کو نیک کاموں کی ترغیب دلاتے ہوئے ان کی اس خوبی کا بیان ہے کہ وہ غصہ اور غضب کو دبانے والے اور لوگوں کے ساتھ عفو و درگزر کرنے والے ہوتے ہیں۔ غصے کی حالت میں بھی اپنے نفوس پر قدرت و اختیار رکھتے ہوئے دوسروں پر زیادتی نہیں کرتے۔ بلکہ لوگوں کی کوتاہیوں اور غلطیوں سے درگزر کرتے ہیں اور خوشدلی سے ان کے گناہوں سے صَرفِ نظر کرتے ہیں، لوگوں کو معاف کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔(۵۴) اس کے ساتھ ساتھ وہ برائی کے مرتکبین کے ساتھ احسان کا سلوک بھی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر وهبة الزحيلي نے حدیث نبوی ﷺ "من كظم غيظاً و هو يقدر على إنقاذه ، ملأه أمنا و إيماناً" جس نے غصہ کو پی لیا اور وہ اس کو دبانے کی قدرت رکھتا ہو، تو اس نے اسے امن اور ایمان سے بھر دیا. کا حوالہ بھی دیا ہے۔(۵۵)

صاحبِ ایمان لوگوں کی اس خوبی کی طرف اشارہ دراصل شخصیت کے اس متوازن اُسلوب کی نشاندہی کرتا ہے جو سماجی ہم آہنگی پروان چڑھانے کیلئے دینِ اسلام کا مطلوب و مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ولمن صبر و غفر إن ذلك لمن عزم الأمور﴾ (۵۶) اور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو یہ بہت ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

تاکیداً عفوو درگزر کی ترغیب دلائی ہے کہ جواذیت وتکلیف پر صبر کرے گا۔ برائی کو چھپائے گا اور ظالم کی خطا کو معاف کردے گا تو یہ صبر اور عفو ہے۔ جوشکر گزاری پیدا کرنے والے اُمور اور افعالِ حمیدہ میں شمار ہوتے ہیں، جس کا ثوابِ کثیر عطا ہوگا۔ درحقیقت یہ قوتِ ارادی اور شخصیت کی مضبوطی کی دلیل بھی ہے۔ (۵۷) امام غزالیؒ نے غضب کی وضاحت میں فرمایا ہے کہ:

فإن الغضب شعلة نار اقتبست من ﴿نار الله المؤقدة۔ التي تطّلع على الأفئدة﴾ (۵۸) و إنها لمستكنة في طي الفؤاد، استكنان الجمر تحت الرماد، ويستخرجها الكبر الدفين في قلب كل جبار عنيد. (۵۹)

یعنی غضب آگ کا ایک شعلہ ہے، جو جلتا ہے آگ سے، جس کی صفت یہ آیت ہے ﴿نار الله المؤقدة o التي تطّلع على الأفئدة﴾ اور غصہ کی آگ دل کی تہوں میں مخفی رہتی ہے، جیسے چنگاری راکھ میں چھپی رہتی ہے، اس کو کبر کی ادنیٰ چوٹ باہر نکالتی ہے یہ کبر ہر مغرور وسرکشی کرنے والے کے دل میں ہوتا ہے۔

سید سلیمان ندوی رقمطراز ہیں کہ غیظ وغضب کی بے اعتدالی بھی بہت بڑی برائی ہے۔ بہت سے ظالمانہ اور بے دردانہ کام انسان صرف غیظ وغضب اور غصہ میں کر بیٹھتا ہے اور بعد کو اکثر نادم اور پشیمان ہوتا ہے۔ (۶۰) رسولِ کریم ﷺ نے انسانی شخصیت کو غیر متوازن بنانے والے اس جذبہ واِحساس کی حقیقت ونوعیت اور اس کو قابو کرنے کے متعلق ہدایات واضح فرمائیں، آپ ﷺ کے ارشادات مبارکہ ہیں:

"من كظم غيظاً، و هو قادر على أن ينفذه، دعاه الله على رؤس الخلائق يوم القيامة، حتى يخيره في أي الحور شاءَ" (۶۱) جس نے غصہ کو پی لیا اور وہ اس کو دبانے پر قدرت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا یہاں تک کہ اس کو اختیار دے گا کہ جو حور چاہے پسند کرے" ما من جرعةٍ أعظم أجراً عند الله، من جرعة غيظٍ، كظمها عبد إبتغاءَ وجه الله" (۶۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی

گھونٹ کو پینے کا اتنا ثواب نہیں جتنا غصے کے گھونٹ کو، جس کو بندہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے پیئے۔

"ماتعدون الصرعة فيكم؟" قالوا : الّذی لا يصرعه الرّجال. قال: " لا و لكنّه الّذی يملك نفسه عند الغضب "(۶۳)

دریافت فرمایا: تم اپنے میں سے کس کو پہلوان سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا: اس شخص کو جسے دوسرے پچھاڑ نہ سکیں. آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے
جس کو غصہ کے وقت اپنے نفس پر اختیار ہے.

قال رجل: "يا رسول الله، أوصني، قال : لاتغضب، قال: قال الرّجل: ففكرت حين قال النبیؐ ما قال فإذا الغضب يجمع الشر كله' (۶۴) ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ مجھے نصیحت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا غصہ مت کر، وہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کی فرمائی ہوئی بات پر غور کیا کہ واقعی غصہ میں تمام شر جمع ہیں.

شخصیت کے توازن میں کمزوری پیدا کرنے والے اس فطری جذبہ کو قابو میں رکھنے کیلئے 'روحانی اور ظاہری' (۶۵) علاج کا تذکرہ بھی قرآن حکیم اور احادیثِ مبارکہ میں ملتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿خذ العفو و امُر بالعرف و أعرض عن الجاهلين و إما ينزغنك من الشّيطٰن نزغ فاستعذ بالله، إنّه سميع عليم﴾ (۶۶)

عفو اختیار کرو اور معروف باتوں کا حکم دو اور جاہلوں سے اعراض کرو۔ اور اگر شیطانی وسوسہ محسوس ہو تو اللہ کی پناہ طلب کرو، بیشک وہ سننے والا علم رکھنے والا ہے.

اس آیتِ کریمہ سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ غصہ جو شیطانی تحریک ہوتی ہے اس کے اثراتِ بد سے بچنے کا بہترین حل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خالق و مالک ہے اس کی پناہ طلب کی جائے۔ حضورِ نبی کریم ﷺ سے بھی اس مفہوم کی روایات منقول ہیں۔ جب آپ ﷺ کی موجودگی میں دو اصحاب میں کچھ بات ہوگئی تو ان میں سے ایک کو شدید غصہ آ گیا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

" إني لأعلم كلمة لو قالها لذهب عنه مايجد من الغضب"، فقال : ماهي يا

رسول اللّٰه؟ فقال: " یقول: اللهم ! إني أعوذ بك من الشیطان الرجیم "(۶۷)

بے شک میں ایک کلمہ جانتا ہوں جو پڑھا جائے تو غصہ کا اثر دور ہو جاتا ہے، پس اس نے پوچھا یا رسول اللہ کون سا کلمہ ہے، آپ نے فرمایا اے اللہ بے شک میں شیطان مردود سے تیری پناہ مانگتا ہوں.

قوتِ غضبیہ کو قابو میں رکھنے کا دوسرا طریقہ یہ ارشاد فرمایا:

"إن الغضب من الشیطان، و إن الشّیطان خلق من النار و إنما تطفا النار بالماء ، فإذا غضب أحد کم فلیتوضاء "(۶۸)

بے شک غصہ شیطان کی طرف سے ہے، اور بے شک شیطان کی تخلیق آگ سے ہوئی اور بے شک آگ پانی سے بجھتی ہے پس جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو وہ وضو کرے۔

قوتِ غضبیہ کو قابو میں رکھنے کا تیسرا طریقہ یہ ارشاد فرمایا:

" إذا غضب أحد کم و هو قائم ، فلیجلس ، فإن ذهب عنه الغضب و الا فلیضطجع "(۶۹)

جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو، تو چاہیے کہ وہ بیٹھ جائے، پس اگر اس کا غصہ رفع ہو جائے، تو ٹھیک ورنہ وہ لیٹ جائے۔

اسی غیظ وغضب کے نتیجے میں باہمی نفرت کے جذبات نمو پاتے ہیں۔ جو شخصیت کے مجموعی تاثر کو بھی خراب کرتے ہیں اور معاشرے میں سماجی رواداری ہم آہنگی کے لوازمات کو بھی نقصان پہنچتا ہے جبکہ حیاتِ اجتماعی میں اللہ تعالیٰ نے باہمی محبت و یگانگت کو فروغ دینے پر زور دیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ رویہ کسی صورت پسندیدہ نہیں کہ انسان دعویٰ ایمان کے عملی تقاضوں کو پورا نہ کر پائے۔ غیض وغضب کو قابو میں نہ رکھ سکے اور ناحق لوگوں پر ظلم و زیادتی اور فساد فی الارض کا مرتکب ہو۔ جس کے نتیجے میں معاشرے میں باہم نفرتیں اور کدورتیں پروان چڑھیں اور افرادِ معاشرہ ایک دوسرے کیلئے باہم دست و گریباں ہو کر فساد پھیلائیں اور باہمی نفرتوں کے دائروں میں منقسم ہو جائیں۔ چنانچہ قوتِ غضبیہ کو قابو کرنے پر زور دیا گیا کیونکہ غصہ کو قابو

کرنا اپنے آپ کو اللہ کے غضب سے بچانے کا دوسرا نام ہے۔ حضور ﷺ نے باہم نفرتوں کو دور کرنے کی تلقین فرمائی اور اس کا یہ طریقہ سکھایا:

" لا یحلّ لمسلم أن یھجر أخاہ فوق ثلاثة أیّام یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا و خیر ھما الّذی یبدأ بالسّلام "(۷۰)

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے، وہ ادھر منہ پھیرے اور وہ ادھر منہ پھیرے، اور ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں ابتداء کرے۔

باہم بدگمانیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی تاکہ باہمی نفرتیں جنم نہ لیں۔ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

" ایاکم والظن فإن الظن أکذب الحدیث، ولا تحسّسوا ولا تجسّسوا "(۷۱)

بدگمانی سے بچو بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور کسی کے عیب کی ٹوہ نہ لگواؤ اور نہ کسی کا تجسس کرو۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

" المؤمن مرآة المؤمن و المؤمن أخوا المؤمن یکفّ علیه ضیعته و یحوطه من ورائه "(۷۲)

مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، وہ اس کے نقصان کو روکتا ہے اور اس کے پس پشت اس کا دفاع کرتا ہے۔

نفرتوں اور کدورتوں کے خاتمہ کیلئے باہمی اصلاح پر زور دیا گیا تاکہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنا رہے۔

☆ حسد اور تکبر:

شخصیت کے جذباتی اَجزاء کے حوالے سے حسد اور تکبر بھی نمایاں پہلوؤں میں سے ہے جو نہ صرف فرد کی ذاتی نشونما بلکہ اِجتماعی سماجی ماحول پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ڈاکٹر محمد عثمان نجاتی رقمطراز ہیں کہ حسد ایک تاثراتی حالت ہے جو بہت سے لوگوں میں پائی جاتی ہے، حسد کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ کوئی انسان دوسرے انسان کو کسی نعمت کے بارے میں اپنے سے اچھی حالت میں دیکھے اور تمنا کرے کہ اسے یہ نعمت حاصل

ہو جائے اور دوسرے شخص سے یہ نعمت چھن جائے۔ یہ وہ حسد ہے جو حرام اور ممنوع ہے اور شریعت نے اس کی مذمت کی ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی انسان دوسرے کی کسی نعمت کے سلسلے میں اپنے سے اچھی حالت میں دیکھنا، ناپسند نہ کرے لیکن یہ تمنا کرے کہ اسے بھی وہ نعمت مل جائے۔ دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کئے بغیر۔ حسد کی اس قسم کو رشک یا 'غبطہ' کہا جاتا ہے جو مذموم نہیں ہے۔(۷۳)

علامہ اشرف علی تھانوی اس ضمن میں رقمطراز ہیں کہ کسی شخص کی اچھی حالت کا ناگوار گزرنا اور یہ آرزو کرنا کہ یہ اچھی حالت، اُس کی زائل ہو جائے یہ حسد ہے۔ اس کے تین درجے ہیں۔ ایک تو کیفیتِ انسانیہ ہے جس میں انسان 'معذور' ہے، ایک اس کے مقتضاء پر عمل ہے۔ اس میں انسان 'مازور' (یعنی گنہگار) ہے۔ ایک اس کے مقتضاء کی مخالفت ہے اس میں انسان 'ماجور' (یعنی ثواب پانے والا) ہے۔(۷۴) سید سلیمان ندوی نے بھی انہی تین درجوں کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور تیسری قسم کو مذموم نہیں سمجھتے بلکہ دینی اُمور میں مستحسن خیال کرتے ہیں۔ اور اس کو منافست کے نام سے بھی بیان کرتے ہیں۔ وہ حسد کے سات اسباب و وجوہ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ بغض وعداوت

۲۔ ذاتی فخر کا غلط خیال

۳۔ دوسرے کو اپنا مطیع ومنقاد بنانا

۴۔ کسی دوسرے کو ملنے والے شرف پر متعجب ہو کر شرف کا انکار کرنا

۵۔ ہم مقصد جدوجہد میں کسی ایک کی کامیابی سے دوسرے کی اس کے ساتھ بدخواہی

۶۔ جاہ پرستی

۷۔ خبثِ نفس اور بدطینتی

ان کے خیال کے مطابق حسد صرف ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جن میں باہم ربط واشتراک ہوتا ہے۔(۷۵) اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیں تو یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ حسد کی ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ شخصیت کی تشکیل اور نشوونما و ترقی کو اخوت کے رشتے کی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے جو کہ عالمگیر ہے اور اُمت کی جن خرابیوں کی نشاندہی حضور ﷺ نے فرمائی۔ ان میں حسد اور تکبر شامل تھا۔ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

" لا تباغضوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا، و کونوا -عباد اللّٰه- إخوانا"(۷۶)
نہ تم بغض رکھو، اور نہ تم حسد کرو، اور نہ ایک دوسرے سے پشت پھیرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔

"إنّ الحسد یطفی نور الحسنات"(۷۷) بے شک حسد نیکیوں کے نور کو بجھا دیتا ہے:

" إیّاکم و الظّنّ فإنّ الظّنّ أکذب الحدیث، ولا تحسّسوا، ولا تجسّسوا، ولا تحاسدوا، ولا تدابروا، ولا تباغضوا، و کونوا- عباد اللّٰه- إخواناً"(۷۸)
بدگمانی سے بچو بے شک بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، اور کسی کے عیب کی ٹوہ نہ لگواؤ اور نہ کسی کا تجسس کرو، اور نہ تم حسد کرو، اور نہ ایک دوسرے سے پشت پھیرو،، اور نہ تم بغض رکھو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔

شخصیت کی بہتر نشوونما کیلئے حسد کے فطری احساس کو مثبت رخ میں پروان چڑھانے، منافست یا رشک یعنی نیکیوں میں مسابقت کیلئے قوتِ محرکہ کے طور پر کام میں لانے کی تحریص دلائی گئی ہے۔ حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا:

"لا حسد إلا فی اثنتین: رجل علّمه اللّٰه القرآن فهو یتلوه آناءَ اللیل و آناءَ النّهار، فسمعه جارله فقال: لیتنی أوتیت مثل ما أُوتي فلان فعملت مثل مایعمل، و رجل أتاه اللّٰه مالاً فهو یهلکه فی الحق، فقال رجل: لیتنی أوتیت مثل ما أوتي فلان فعملت مثل ما یعمل "(۷۹) حسد جائز نہیں مگر صرف دو افراد کے ساتھ: ایک شخص جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا پس وہ اس کو رات اور دن کی گھڑیوں میں پڑھتا ہے، پس اس کا ہمسایہ سنتا ہے، سو کہتا ہے کہ کاش مجھے بھی فلاں شخص کی طرح دیا گیا ہوتا تو میں بھی اسی کی طرح کرتا، اور دوسرا شخص جس کو اللہ نے مال عطا کیا، سو وہ اس کو راہِ حق میں خرچ کرتا ہے، پس وہ شخص کہتا ہے کہ کاش مجھے بھی اس شخص کی طرح مال عطا ہوا ہوتا تو میں بھی اسی کی طرح خرچ کرتا۔

حدیثِ مبارکہ کی اس وضاحت کے تناظر میں اعمالِ خیر میں آگے بڑھنے کیلئے ہی اس جذبہ کو مستحسن شمار کیا جاسکتا ہے۔ بصورتِ دیگر یہ ان محرکات میں شامل ہو جاتا ہے جو نہ صرف شخصیت کی تابنا کی پر اثر انداز

ہوتے ہیں بلکہ عمرانیاتی ماحول کو بھی ناخوشگوار بنا دیتے ہیں۔ اللہ عزّ وجلّ نے بھی اسی تناظر میں دعائیہ انداز میں اس خطرناک اُمر سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی:

﴿و من شرّ حاسد إذا حسد﴾(۸۰)

اور حسد کرنے والے کے حسد سے جب وہ حسد کرے

حضور نبیِ کریم ﷺ نے بھی فرمایا:

" إيّاكم والحسد، فإن الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب، أوقال العشب "(۸۱)

تم حسد سے بچو، کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے، یا آپ ﷺ نے فرمایا سوکھی گھاس کو۔

کبر و غرور کا اِحساس بھی اسی تناظر میں ناپسند کیا گیا ہے کیونکہ یہ حسد کی منفی صورت متحرک کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے اِبلیس اس تکبر اور حسد کا سب سے پہلا مرتکب تھا﴿ أنا خير منه خلقتني من نار و خلقته من طين ﴾(۸۲) میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے۔

جس احساسِ تفاخر میں مبتلا ہو کر اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے سے کم تر جانا اور حسد کی وجہ سے حکمِ الٰہی کا منکر ہوا، اس کا نتیجہ لعنت کا طوق اور عزت و اعزاز سے محرومی کی وعید تھی۔(۸۳) حضور نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کے سوال کے جواب میں کِبر کی وضاحت فرمائی:

"لا، ولكنّ الكبر من بطر الحق و غمط النّاس "(۸۴) نہیں، بلکہ کبر یہ ہے کہ جو حق کا منکر ہو اور لوگوں کو حقیر جانے۔

یعنی حق کو قبول نہ کرنا اور لوگوں کو حقیر خیال کرنا کِبر ہے اور یہ کسی مخلوق کے شایان نہیں کیونکہ خالق حقیقی اور مالکِ کائنات کا یہ اعلان ہے:

" قال الله تعالىٰ: الكبرياءُ ردائي والعظمة إزاري، فمن نازعني واحداً منهما قذفته في النار"(۸۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری پوشش ہے، پس جو کوئی ان میں سے کسی

ایک کے بارے میں مجھ سے جھگڑا کرے گا میں اسے آگ میں پھینک دوں گا۔

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

" لا یدخل الجنّة من کان في قلبه مثقال حبةٍ من خردل من کبر ، ولا یدخل النّار من کان في قلبه مثقال خر دل من ایمان "(۸۶)

جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہو گا، اور جہنم میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا۔

علامہ اشرف علی تھانویؒ کے مطابق 'تکبر' کا حاصل یہ ہے کہ کسی کمال دُنیا و دِینی میں اپنے آپ کو بااختیارِ خود کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ دوسرے کو حقیر سمجھے تو اس میں دو جزو ہوں گے۔ اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا، یہ اس کی حقیقت ہے جو حرام اور معصیت ہے۔(۸۷)

قرآنِ حکیم میں شخصیت کی نشو و نما کے اس منفی اِحساس کی شدت سے برائی بیان کی گئی ہے اور اس کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے گئے تا کہ 'استکبار' کی تمام نوعیّتوں پر محیط ہوں۔

﴿ أليس في جهنّم مثوى للمتكبّرين ﴾(۸۸)

کیا جہنم متکبر لوگوں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔

﴿ إنّه لا يحبّ المستكبرين ﴾(۸۹)

بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا.

﴿ إن الله لا يحبّ من كان مختالاً فخوراً ﴾(۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ دھو کے باز فریبی اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا.

سید سلیمان ندوی کے نزدیک حسب و نسب، حسن و جمال، مال و دولت، قوت اور اعوان و انصار کی کثرت تکبر اور غرور کے اسباب میں شامل ہیں۔(۹۱) حالانکہ عمرانیاتی اور تمدنی اجتماعی ضرورتوں کیلئے ان اُمور کا مثبت استعمال انسان کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور دینِ اسلام کی تعلیمات ان کی جائز حدود کی نشاندہی کرتی ہیں۔ حسب و نسب اگر ہے تو صرف باہمی تعارف و پہچان کیلئے، حسن و جمال ہے تو اللہ تعالیٰ کی صناعی کے

اعتراف کیلئے، مال و دولت ہے تو ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کیلئے، قوت اور اعوان و انصار کی کثرت ہے تو حاکمیتِ الٰہیہ اور حاکمیتِ قانونِ الٰہیہ کے اجراء اور اس کی روشنی میں مسائلِ حیات کو حل کرنے اور منکرین کے مقابلے میں دینِ حق کی نصرت و اعانت کیلئے، ان حدود سے ماوراء اگر انہیں فخر و مباہات کا ذریعہ بنایا جاتا ہے تو شریعت نے اس کی ممانعت فرمائی۔ گویا انسانی شخصیت کو پروان چڑھانے والے عوامل کے مثبت مصرف کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ منفی پہلوؤں کا احاطہ بھی کیا گیا تا کہ کسی کمزور گوشے سے کسی نقصان کا احتمال باقی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو جن نعمتوں سے نوازتا ہے جو بے حدّ و شمار ہیں ان پر گھمنڈ، غرور اور اترانے سے منع فرمایا۔(۹۲) تا کہ معاشرتی ڈھانچہ میں منفی قوتوں کو در آنے کا موقع نہ ملے اور انفرادی و اجتماعی سطح پر ایسے رویے جنم نہ لیں جو مُنعمِ حقیقی اللہ عزّ وجلّ سے روگردانی پر مائل کریں۔ رسول کریم ﷺ نے 'کبر' کے باب میں فرمایا:

" الا أخبر كم بأهل الجنة ؟ كل ضعيف متضاعف لو أقسم على الله لأبره،
ألا أخبركم باهل النّار؟ كلّ عتلّ جواظ مستكبر "(۹۳)

کیا میں تمہیں خبر نہ دوں اھل جنت کی؟ ہر کمزور اور عاجز اگر وہ اللہ پر قسم دے تو پوری ہو جائے، کیا میں تمہیں خبر نہ دوں اھل جہنم کے بارے میں؟ ہر سرکش، تکبر سے چلنے والا مغرور۔

گویا تواضع و خاکساری اور عجز و انکساری کو تکبر کے بالمقابل قابل ستائش وصف قرار دیا گیا، جو شخصیت میں نکھار کا باعث بنتا ہے اور عمرانیاتی سطح پر بھی مثبت رویوں کو فروغ دینے کا محرک ثابت ہوتا ہے۔ تعمیر شخصیت کے جذباتی اجزاء کے تذکرہ میں چند بنیادی فطری احساسات کا جائزہ اس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ کلامِ الٰہی اور احادیثِ مبارکہ ﷺ میں بہت واضح انداز میں انسانوں کے لئے جامع اور کامل رہنمائی کا سامان موجود ہے، جو انسانی شخصیت میں توازن کی صلاحیت کو فروغ دینے کا باعث اور عمرانیاتی زندگی کے تقاضوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں ممدّ و معاون ثابت ہوتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ د، كتاب الادب ، باب من يومر أن، رقم الحديث: ۴۸۳۴، ص:۶۸۳

۲۔ رحمۃ للعالمین ﷺ ،۲/ ۳۲۵

۳۔ البقرۃ ۲:۲۱۶

۴۔ ال عمران ۳:۱۴

۵۔ التوبۃ ۹:۲۴

۶۔ ال عمران۳:۳۱

۷۔ محمد امین، ڈاکٹر، اسلام اور تزکیہ نفس: مغربی نفسیات کے ساتھ تقابلی مطالعہ [لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء]، ص:۲۶۹

۸۔ البقرۃ ۲:۱۶۵

۹۔ تفسیر البیضاوی،۱/ ۱۱۷

۱۰۔ م ، كتاب البرو الصلة، باب إذاأحب الله، رقم الحديث:٦٧٠٥، ص:١١٥٨

۱۱۔ م ، كتاب الذكر و الدعا، باب من أحب، رقم الاحاديث: ٦٨٢٠-٦٨٢٨، ص: ١١٦٨-١١٦٩؛ و

ابن كثير، عماد الدين اسماعيل بن عمر، ابو الفداء ، الدمشقي ،الإمام (م:٧٧٤ھ) جامع المسانيد و السّنن الهادي لأقوم سنن [(وثّق أصوله و

خرج حديثه و علّق عليه: الدكتور عبدالمعطي أمين قلعجي)بيروت(لبنان): دارالفكر، دارالكتب العلمية، الطبعة الثانية، ١٤٢٣ھ/٢٠٠٢م] رقم الحديث: ٧،٤٨١٤-١٧٩٣/٨۔

۱۲۔ م ، ايضاًحواله مذكور ، رقم الحديث: ٦٨٣٠، ص:١١٦٩؛ يقول الله عزّوجلّ:" أنا عند ظنّ عبدي بي، و أنا معه حين يذكرني، فإن ذكرني في نفسه، ذكرته في نفسي وإن ذكرني في ملاءٍ ذكرته في ملاءٍ خير منهم ، و إن اقترب إلى شبراً ، إقتربت إليه ذراعاً، و

إن اقترب إليّ ذراعاً إقتربت إليه باعاً، وإن اتاني يمشي اتيته هرولة'' م، ایضاحوالہ مذکور، رقم الاحادیث: ۶۸۳۰-۶۸۳۲، ص: ۱۱۶۹

۱۳۔ ابراہیم ۱۴:۳

۱۴۔ الفجر ۹: ﴿و تحبّون الما ل حبّا جماً﴾ والعادیات ۱۰۰:۸: ﴿و انه لحبّ الخیر لشدید﴾۔

۱۵۔ خ، کتاب الادب، باب الحب في الله، رقم الحديث: ۶۰۴۱، ص: ۱۰۵۵

۱۶۔ ن، کتاب الایمان و شرائعه، باب حلاوة الاسلام، رقم الاحادیث: ۴۹۹۱-۴۹۹۲، ص ۶۸۴۔

۱۷۔ م، کتاب البر و الصلة، باب فضل الحب فی الله، رقم الحديث: ۶۵۴۸، ص: ۱۱۲۵؛

ت، کتاب الزهد، باب ماجاء فی الحب، رقم الحديث: ۲۳۹۱، ص: ۵۴۵

۱۸۔ م، کتاب البر، باب فضل الحب فی الله، رقم الحديث: ۶۵۴۹، ص: ۱۱۲۵

۱۸۔ ت، کتاب الزهد، باب ماجاء فی الحب، رقم الحديث: ۲۳۹۰، ص: ۵۴۵۔

۲۰۔ جامع المسانيد والسنن، رقم الحديث: ۴۹۹۳، ۷-۸/۱۸۴۹۔

۲۱۔ ن، کتاب الایمان، باب علامة الایمان، رقم الحديث: ۵۰۱۶، ص: ۶۸۸

۲۲۔ ن، ایضا حواله مذکور، رقم الحديث: ۵۰۱۷، ص: ۶۸۸

۲۳۔ م، کتاب البرو الصلة، باب المرء مع من، رقم الاحادیث: ۶۷۱۰-۶۷۱۱، ۶۷۱۴ وص: ۱۱۴۹، ۱۱۵۰؛

خ، کتاب الادب، باب علامة الحب، رقم الحديث: ۶۱۷۱، ص: ۱۰۷۵

۲۴۔ ت، کتاب المناقب، باب فی مناقب أهل البیت، رقم الحديث: ۳۷۸۹، ص: ۸۵۹

۲۵۔ ''من أحب لله و أبغض لله وأعطى لله ومنع لله فقد أستكمل الإ يمان'' د، کتاب السنة، باب الدليل، رقم الحديث: ۴۶۸۱، ص ۶۲۱

۲۶۔ حم، رقم الحديث: ۲۲۳۹۹، ۶/۴۷۰

۲۷۔ لسان العرب، بذیل مادہ خوف، ۹/۹۹

۲۸۔ اسلام اور تزکیہ نفس: مغربی نفسیات کے ساتھ تقابلی مطالعہ، ص ۲۶۷

۲۹۔ البقرۃ ۲:۳۸

۳۰۔ تفسیر البیضاوی، ۱/۴۷

۳۱۔ التفسیر الوسیط، ۱/۲۵-۲۶

۳۲۔ تفسیر القرآن العظیم، ۱/۲۳۹

۳۳۔ تھانوی، اشرف علی، مولانا، اشرف الطریقة فی الشریعة و الحقیقة، مترجم: محمد دین چشتی، 'شریعت وطریقت' [لاہور: ادارہ اسلامیات، بارششم، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء] ص:۱۳۳

۳۴۔ ایضاً حوالہ مذکور، ص:۱۳۴

۳۵۔ البقرۃ ۲:۱۵۰

۳۶۔ ال عمران ۳:۱۷۵

۳۷۔ ت، ابوا ب صفة القيامة، باب فی ثواب الاطعام، رقم الحديث: ٢٤٥٠، ص:٥٥٨؛ و مسند ابی هريرة ، رقم الحديث: ١٠٦، ١/٥١

۳۸۔ المائدۃ ۵:۳

۳۹۔ التوبۃ ۹:۱۳

۴۰۔ الفاطر ۳۵:۲۸

۴۱۔ یونس ۱۰:۶۲

۴۲۔ البقرۃ ۲:۱۱۲: ﴿بلی من أسلم و جهه لله و هو محسن فله أجره عند ربه ولا خوف عليهم و لا هم يحزنون﴾ ہاں جس نے اپنا چہرہ اللہ کے لئے خم ردیا، اور وہ نیکوکار بھی ہے پس اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہونگے.

المائدۃ ۵:۲۹ ﴿من آمن بالله و اليوم الآخر وعمل صالحاً فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان لایا اور نیک عمل کئے پس ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہونگے۔

الانعام ۶:۴۸: ﴿فمن آمن و أصلح فلاخوف عليهم و لا هم يحزنون﴾ پس جو ایمان لایا اور اصلاح کی پس ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہونگے۔

الاعراف ۷:۳۵: ﴿فمن اتقى و أصلح فلاخوف عليهم و لا هم يحزنون﴾ پس جس نے تقوی

اختیار کیا اور اصلاح کی، پس ان پر کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ غم زدہ ہونگے۔

۴۳۔ الاعراف ۷:۳۹

۴۴۔ الأنبیاء ۲۱۳۹۴:۴

۴۵۔ السجدۃ ۳۲:۱۶

۴۶۔ النجار، عبدالوهاب، الخلفاء الراشدين [المكتبة التوفيقية، إمام الباب الأخضر- سيد نا الحسين، س ن]ص:۳۱

۴۷۔ حم ، رقم الحديث : ۱۰۰۳۱، ۲۸۰/۳

۴۸۔ شريعت و طريقت، ص:۲۱۹

۴۹۔ شريعت وطريقت ، ص:۳۱-۳۲

۵۰۔ سيرة النبى ﷺ ، ۶۳۹/۶

۵۱۔ د ، كتاب الادب، با ب ما يقال......، رقم الحديث: ۴۷۸۲، ص:۶۷۸

۵۲۔ السيوطى، جلال الدين عبدالرحمن ، الحافظ(م:۹۱۱ ھ) جامع الاحاديث:الجامع الصغير وزوائده و الجامع الكبير [(جمع وترتيب : عباس أحمد سقر و أحمد عبدالوجواد) بيروت (لبنان): دارالفكر، ۱۴۱۴ھ /۱۹۹۴م] رقم الحديث: ۵۱۷۹، ۲۴۹/۲

۵۳۔ ال عمران ۳:۱۳۴

۵۴۔ الشوریٰ ۴۲:۳۷:﴿واذا ما غضبوا هم يغفرون﴾ اور جب ان کو غصہ آئے تو وہ معاف کردیتے ہیں۔

۵۵۔ التفسیر الوسیط ،۱/ ۲۳۸

۵۶۔ الشوریٰ ۴۳:۴۲

۵۷۔ التفسیر الوسیط ،۳/ ۲۳۴۳

۵۸۔ الهمزة ۱۰۴-۶-۷

۵۹۔ الغزالى ،أبو حامدمحمد بن محمد، الإمام(م: ۵۰۵ ھ) إحياء علوم الدين [(تخريج: العلامه زين الدين ابو الفضل عبدالرحيم بن حسين العراقي (م:۸۰۶ھ) بيروت(لبنان):دارالمعرفة، الطبعة الاولىٰ،۱۴۲۵ھ /۲۰۰۴م] ۱۰۱۴/۱۔

۶۰۔ سیرۃ النبی ﷺ [لاہور: نیشنل بک فاؤنڈیشن، پاکستان، طبع سوم، ۱۹۸۴ء] ۶/ ۶۳۸

۶۱۔ جه ، كتاب الزهد، باب الحلم، رقم الحديث:٤١٨٦، ص:٦١٠ ؛ د ، كتاب الادب ، باب من كظم غيظاً، رقم الحديث:٤٧٧٧، ص:٦٧٧؛

ت ، كتاب الزهد ، باب فيه اربعة احاديث، رقم الحديث:٢٤٩٣، ص:٥٦٧؛ وكتاب البر والصلة، باب فی كظم الغيظ، رقم الحديث: ٢١٠١، ص:٤٦٦؛

۶۲۔ جه ، ايضاًحواله مذكور ، رقم الحديث:٤١٨٩، ص ٦١٠:

۶۳۔ د، كتاب الادب، باب من كظم، رقم الحديث:٣٧٧٩، ص:٦٧٧

۶۴ حم، رقم الحديث: ٢٢٦٦٠،٦/٥١٥

۶۵۔ سيرة النبی ﷺ، ٦٤٠/٦

٦٦۔ الاعراف ١٩٩:٧-٢٠٠

۶۷۔ د ، كتاب الادب، باب مايقال، رقم الاحاديث: ٤٧٨١-٤٧٨٠، ص:٦٧٧-٦٧٨؛ و جامع المسانيد و السنن ، رقم الاحاديث :٣٨١٤-٣٨١٥، ٥-٦/١٤٠٥

۶۸۔ حم ، رقم الحديث:١٧٥٢٤، ٥/٢٦٦، ٥/٢٦٦؛ و د ، كتاب الادب، باب ما يقال، رقم الحديث: ٤٧٨٤، ص:٦٧٨

۶۹۔ حم ، رقم الحديث:٢٠٨٤١،٦/١٨٩؛ و د ، كتاب الادب، باب ما يقال، رقم الحديث:٤٧٨٢، ص:٦٧٨

۷۰۔ د ، كتاب الادب ، باب فی هجرة الرجل، رقم الاحاديث:٤٩١١-٤٩١٤ ،ص:٦٩٣ ؛ خ، كتاب الادب ، باب الهجرة، رقم الحديث:٦٠٧٧، ص:١٠٦٠؛ و ت ، كتاب البر و الصلة، باب ماجاء فی ، رقم الحديث: ١٩٣٢، ص:٤٥٠۔

۷۱۔ د ،كتاب الادب ، باب فی هجرة الرجل، رقم الحديث:٤٩١٧،ص:٦٩٣ ؛ خ ، كتاب الادب ، باب ماينهى عن التحاسد، رقم الحديث: ٦٠٦٤، ص:١٠٥٩

۷۲۔ د ، ايضاً حواله مذكور، باب فی النصيحة ، ،رقم الحديث:٤٩١٨، ص:٦٩٣

۷۳۔ الحديث و علم النفس ، ص:١١٤

۷۴۔ شریعت و طریقت، ص:۲۰۷

۷۵۔ سیرۃ النبی ﷺ، ٦/٦٨٠-٦٨٣ ملخصاً

۷۶۔ د، کتاب الادب، باب في هجرة الرجل، رقم الحديث:٤٩١٠، ص:٦٩٢

۷۷۔ ایضاً حوالہ مذکور، باب فی الحسد، رقم الحديث:٤٩٠٤، ص:٦٩٢

۷۸۔ خ ،كتاب الادب، باب ماينهى عن التحاسد، رقم الاحاديث:٦٠٦٤-٦٠٦٦، ص: ١٠٥٩۔

۷۹۔ خ ، كتاب فضائل القرآن، باب اغتباط، رقم الحديث:٥٠٢٦، ص:٩٠٠ ، و كتاب التوحيد ، باب قول الله تعالىٰ ، رقم الحديث:٧٥٢٨، ص:١٢٩٩ "لا حسد إلا في اثنتين: رجل آتاه الله مالا فسلّطه على هلكته في الحق. و رجل آتاه الله حكمة ، فهو يقضى بها ويعلمها" جه ،كتاب الزهد، باب الحسد ، رقم الحديث: ٤٢٠٨، ص:٦١٣۔

۸۰۔ الفلق ۱۱۳:۵

۸۱۔ د، كتاب الادب،باب فی الحسد، رقم الحديث: ٤٩٠٣، ص:٦٩١

۸۲۔ الاعراف ٧:١٢

۸۳۔ الاعراف ٧:١٣ : ﴿فأهبط منها فما يكون لك أن تتكبّر فيها فأخرج إنك من الصّٰغرين﴾

۸۴۔ د ، كتاب اللباس، باب ماجاء فی الكبر، رقم الحديث:٤٠٩٢، ص:٥٧٧؛ و ت ، كتاب البر والصلة ، باب ماجآء فی الكبر، رقم الحديث:١٩٩٩، ص:٤٦٢ ؛ وصحيح ابن حبان، كتاب الزينة، باب ذكر مايستحب للمرء، رقم الاحاديث:٥٤٤٢-٥٤٤٣، ص:٩٤٥۔

۸۵۔ د ،ایضاً حوالہ مذکور، باب ماجاء فی الكبر، رقم الحديث:٤٠٩٠، ص:٥٧٧؛ وجه، كتاب الزهد، باب البراءة من الكبر، رقم الحديث:٤١٧٥، ص:٦٠٩

۸۶۔ د ، ایضاً حوالہ مذکور، باب ماجاء فی الكبر، رقم الحديث:٤٠٩١، ص:٥٧٧؛ و ت ، كتاب البر و الصلة، باب ماجاء في الكبر، رقم الحديث:١٩٩٨، ص:٤٦٢ ؛ جه ، كتاب الزهد، باب البراءة من الكبر، رقم الحديث:٤١٧٣، ص:٦٠٨۔

۸۷۔ شریعت وطریقت،ص:۱۸۸

۸۸۔ الزمر۳۹:۶۰

۸۹۔ النحل۱۶:۲۳

۹۰۔ النسآء۴:۳۶

۹۱۔ سیرۃ النبی ﷺ،۶/۶۵۷

۹۲۔ الحدید۵۷:۲۳ :﴿ لا تفرحوا بما اتکم واللّٰہ لایحبّ کلّ مختالٍ فخورٍ﴾ جو کچھ اس نے تمہیں دیا اس پر مت اتراؤ اور اللہ تعالیٰ دھوکے باز فریبی اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔

۹۳۔ خ ، کتاب الادب، باب الکبر، رقم الحدیث:٦٠٧١ ص:١٠٦٠